سلسلہ مطبوعات ٦٧

جدوجہدِ آزادی کے رہنما

(حضرت سہارنپوریؒ، حضرت امروٹیؒ)

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین ایک نظر میں	نمبر شمار
3	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری	1
4	بیعت وارشاد	2
5	اسفار حج	3
7	معرکۃ الآراء سفر حج	4
7	حضرت شیخ الہندؒ سے مشاورت	5
10	جدوجہد آزادی کی سرگرمیاں	6
14	حضرت سہارنپوری کی گرفتاری اور رہائی	7
18	حضرت سہارنپوری کی دانشمندی	8
20	حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ	9
20	امروٹ میں خانقاہ کا قیام	10
21	حضرت سندھیؒ کی امروٹ آمد	11
22	حضرت شیخ الہندؒ سے رابطہ	12
22	جدوجہد آزادی میں شرکت	13
23	اشاعت اسلام میں کردار	14
25	شوق جہاد	15

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ولادت باسعادت، آخر صفر المظفر ۱۲۶۹ھ مطابق آخر دسمبر ۱۸۵۲ء میں اپنی ننھیال قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور (یوپی، بھارت) میں ہوئی۔ ''ظہیر الدین'' اور ''خلیل احمد'' یہ دو نام تجویز ہوئے لیکن شہرت اور عظمت دوسرے نام کو ملی۔

پانچ سال کی عمر میں آپ نے تعلیم شروع فرمائی، آپ کے نانا حضرت مولانا مملوک علی صاحب نے تبرکاً بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھا کر قاعدہ شروع کرایا۔ مختصر عرصہ میں ناظرہ قرآن مجید ختم کر کے اُردو پڑھنا شروع کیا۔ انبیٹھہ میں آپ نے مختلف اساتذہ سے قرآن مجید، ابتدائی کتب اور اُردو فارسی کی تعلیم پائی، اور پھر اپنے چچا مولانا انصار علی صاحب صدر الصدور ریاست گوالیار سے میزان الصرف، صرف میر اور پنج گنج پڑھی، حضرت مولانا سخاوت علی صاحب سے بھی آپ نے انبیٹھہ کے زمانۂ قیام میں کافیہ تک پڑھا۔

محرم الحرام ۱۲۸۳ھ میں جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب وہاں صدر المدرسین مقرر ہوئے، آپ والدین سے اجازت لے کر دیوبند آگئے اور جماعت کافیہ میں شامل ہو گئے۔

رجب المرجب ۱۲۸۳ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا قیام عمل میں آیا تو آپ دارالعلوم کو خیر باد کہہ کر مظاہر علوم میں تشریف لے آئے۔ بانی مدرسہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کے اسباق کی ترتیب قائم کی اور مختصر المعانی سے آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔

آپ نے فن حدیث کی پہلی کتاب مشکوٰۃ شریف ۱۲۸۵ھ میں پڑھی۔ سالانہ امتحان میں آپ کو اعلیٰ نمبرات ملے۔ جس پر مختصر المعانی اور شرح عقائد انعام میں دی گئیں۔

۱۲۸۶ھ میں آپ نے بخاری اور ہدایہ پڑھی، اس مرتبہ بھی آپ امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئے اور انعام میں جامع ترمذی آپ کو دی گئی۔

۱۲۸۸ھ میں جب کہ عمر مبارک انیس سال تھی، آپ نے درسِ نظامی مکمل فرمایا۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ کی جانب سے اسی سال آپ کو خصوصی انعام کے طور پر بخاری شریف دی گئی۔

تکمیل علوم کے بعد آپ جامعہ مظاہر علوم کے اُستاذ مقرر ہوئے، چار روپیہ آپ کا مشاہرہ تجویز ہوا، کچھ ہی مدت کے بعد آپ حضرت مولانا فیض الحسن صاحب ادیبؒ کی خدمت میں لاہور تشریف لے گئے، مولانا اس وقت اورنٹیل کالج لاہور کے پروفیسر تھے، یہاں آکر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے علوم ادبیہ عربیہ حاصل کیے۔

لاہور سے واپسی پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے آپ کو عربی لغت کی مشہور کتاب قاموس کا ترجمہ کرنے کیلئے منصوری بھیج دیا۔ چند ماہ یہاں قیام کے بعد مدرسہ عربیہ منگلور تشریف لے گئے، بعدازاں بھوپال، بہاولپور، سکندرآباد، بریلی، دارالعلوم دیوبند اور آخر میں مظاہر العلوم سہارنپور میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔

بیعت وارشاد:۔

مدرسہ عربیہ منگلور کے زمانہ قیام میں آپ کے دل میں بیعت کی خواہش اور شدید جذبہ پیدا ہوا۔ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں آپ کی آمد ورفت بکثرت تھی اور آپ اپنی آنکھوں سے بارگاہِ رشیدی کی عظمت ومرکزیت کا بارہا مشاہدہ فرما چکے تھے، اور حضرت اقدس کا منبع البرکات اور قطب الارشاد ہونا آپ پر آشکارا ہو چکا تھا، اس لیے اپنے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو سفارشی بنا کر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے استغناء کے ساتھ فرمایا کہ ''میاں! تم پیرزادہ ہو، خود پیر ہو تمہیں کسی کے مرید ہونے کی کیا ضرورت ہے؟'' حضرت سہارنپوریؒ نے جب یہ الفاظ سنے تو رو دیئے اور حد درجہ انکساری اور دل تنگی سے فرمایا کہ ''حضرت! کیسی پیرزادگی؟ میں تو اِس دربار کے کتوں کے برابر بھی نہیں، بیعت کا حاجت مند ہی نہیں بلکہ سرتاپا احتیاج ہوں، چھاتی سے

لگا یئے یا دھکے دیجیئے، میں تو حضرت کا غلام بن چکا۔'' حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے جب یہ جواب سنا تو فرطِ مسرت سے فرمایا ''بس بس! بہت اچھا۔'' اور اس کے بعد فوراً بیعت فرمالیا۔ بیعت ہونے کا یہ قصہ غالباً ۱۲۸۹ھ کا ہے۔

اس کے بعد حضرت سہارنپوریؒ کمال حوصلگی اور علو ہمتی کے ساتھ منازلِ سلوک طے فرمانے میں مصروف ہوگئے، بیعت کے تقریباً نو سال بعد جب آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو تحریر فرمایا کہ

''مولوی خلیل احمد حاضر خدمت ہوتے ہیں، حضرت ان کی حالت پر مطلع ہو کر مسرور ہوں گے۔''

چنانچہ جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ آپ کی باطنی حالت پر بہت مسرور ہوئے، اور اپنی دستارِ مبارک سر سے اُتار کر آپ کے سر پر رکھ دی، اور حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے نام مبارکبادی کا خط اور خلافت نامہ تحریر فرما کر حضرت سہارنپوریؒ کو دیا کہ ہندوستان لیتے جائیں، ہندوستان پہنچ کر آپ نے وہ خلافت نامہ حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں پیش کردیا، حضرت نے خلافت نامہ پر اپنے دستخط فرما کر مع دستار آپ کے حوالہ فرمادیا۔ خلافت اور اجازتِ بیعت کا یہ واقعہ محرم ۱۲۹۷ھ کا ہے۔

اسفارِ حج:۔

حضرت سہارنپوریؒ نے اپنی زندگی میں سات حج فرمائے جن کا تذکرہ اختصار کے ساتھ یہاں کیا جاتا ہے:۔

آپ نے پہلا حج ۱۲۹۳ھ میں بھوپال کے زمانہ قیام میں کیا، ۱۲۹۴ھ میں واپسی ہوئی، آپ کا قیام اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے دولت کدہ پر رہا، حج سے فارغ ہو کر تقریباً دو ہفتہ مدینہ پاک میں قیام فرمایا اور پھر بخیریت وطن تشریف آوری ہوئی۔

اس سفر میں علمائے حرمین شریفین سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ نے اُن سے سند اور اجازت حدیث حاصل کی۔

اِس سفر میں حضرت سہارنپوریؒ کو شیخ الحرم مولانا الشیخ احمد دحلان سے مکہ مکرمہ میں اور شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی نقشبندی دہلوی ثم المدنی نور اللہ مرقدہ سے حج کے بعد مدینہ پاک کی حاضری پر ۱۲۹۴ھ میں اجازت حدیث ملی۔ (مقدمہ اکمال الشیم ص ۲۷)

دوسرا سفر آپ کا بہاولپور سے ہوا۔ ۲۴؍شوال ۱۲۹۷ھ مطابق ۳۰؍ستمبر ۱۸۸۰ء میں تشریف آوری اور ربیع الثانی ۱۲۹۸ھ میں واپسی ہوئی۔ اسی سفر میں آپ کو اجازت بیعت وخلافت ملی، جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔

تیسرا سفر سہارنپور سے ہوا۔ شوال ۱۳۲۳ھ میں تشریف لے جا کر صفر المظفر ۱۳۲۴ھ میں واپسی ہوئی۔ اہلیہ محترمہ اور بڑی صاحبزادی صاحبہ اس سفر میں ساتھ تھیں۔ حج کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے، اور تیس دن مدینہ منورہ میں قیام فرما کر صفر میں واپسی ہوئی۔

مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں آپ نے ایک بڑے مجمع کو حدیث شریف کا درس دیا، حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ اس درس کی کیفیت ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

> "۱۳۲۴ھ کی ابتدا میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز بعد از فراغت حج مدینہ منورہ تشریف لائے اور تقریباً پندرہ روز قیام فرمایا چونکہ موصوف میرے اساتذہ کرام میں سے تھے، اس لیے طلباء مدینہ منورہ کا ان کی طرف بہت ہجوم ہوا، اور عموماً علمائے مدینہ بھی ان کی زیارت اور دست بوسی کے لیے حاضر ہوتے رہے، اور بہت بڑے مجمع نے اوائل کتب حدیث سنا کر مسجد شریف کے اندر بڑے حلقہ میں اجازتِ کتب حدیث وعلوم لی۔" (نقشِ حیات ص ۱۰۰)

چوتھا سفر آپ نے ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ میں فرمایا، صفر المظفر ۱۳۲۹ھ میں واپسی ہوئی۔ اس سفر میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری، شاہ زاہد حسین صاحب رئیس بہٹ، اور بہت سے اہل تعلق واساتذہ مظاہر علوم ساتھ تھے، وسط ذیقعدہ میں بمبئی روانہ ہوئے ۶؍ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ اور ۱۰؍محرم کو براہِ رابغ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، بائیس دن وہاں قیام فرما کر

آخرِ صفر میں سہارنپور تشریف لائے، آپ کا یہ سفر تقریباً پانچ ماہ میں مکمل ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے آپ کے قائم مقام ہو کر مظاہر علوم میں درسِ حدیث دیا۔ اس پوری مدت میں مولانا محمد یحییٰ صاحب کو جو تنخواہ مظاہر علوم سے دی جاتی تھی وہ آپ حضرت نور اللہ مرقدہ کی اہلیہ محترمہ کو پیش فرما دیتے۔

معرکۃ الآراء سفرِ حج:۔

پانچواں سفرِ حج شوال ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں ہوا۔ تاریخی اعتبار سے یہ سفر معرکۃ الآراء، اور اس وقت کے سیاسی اور ملکی حالات کے اعتبار سے بڑا انقلاب انگیز تھا۔ پہلی جنگ عظیم چل رہی تھی، ترکی اور برطانیہ میں معرکہ کارزار گرم تھا، حکومت برطانیہ ہندوستان کے مسلمانوں پر جبر کر کے ان کو ترکی کے خلاف کھڑا کرنا چاہتی تھی اور اس مقصد کے لیے تمام حربے استعمال کیے جا رہے تھے، ہندوستان کے اہل حق علماء کو مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ حکومت ترکی کے خلاف فتویٰ دیں اور اپنے بیانات کے ذریعہ حکومت ترکی کو رسوا کریں۔ چنانچہ دہلی سے حضرت سہارنپوریؒ کے پاس بھی ایک استفتاء آیا جس میں ہندوستانی مسلمانوں کا ترکی سے جنگ کا جواز لکھ کر یہ درخواست کی گئی کہ حضرت بھی اس کی تصویب فرمائیں اور اس فتویٰ کی حمایت میں اپنے دستخط کریں۔ حضرت نور اللہ مرقدہ غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کا مجسمہ تھے، اس فتویٰ کو دیکھ آپ کے تن بدن میں آگ لگ گئی، دستخطوں سے انکار فرما دیا اور اپنے خواص سے فرمایا کہ "اگر یہ دھمکی صحیح ہے اور گورنمنٹ مجبور کرتی ہے کہ اسلام کے خلاف فتویٰ دیں تو ہندوستان میں رہنا جائز نہیں، اور ہجرت کرنا فرض ہے۔" اپنے اس خیال کو آپ نے شائع تو نہیں کیا مگر خود ارادہ پختہ کر لیا کہ "میں ایسی حالت میں ہندوستان کو دارالامن نہیں سمجھتا۔"

حضرت شیخ الہند سے مشاورت:

اِن حالات میں حضرت سہارنپوریؒ نور اللہ مرقدہٗ نے حاضری حرمین شریفین کا عزم فرمایا۔ حضرت اقدس شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ بھی چونکہ حکومت ترکی کے زبردست حامی تھے اور انگریزوں سے نفرت گویا آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اس لیے یہ حضرات اکابر باہمی صلاح ومشورے سے اپنے سفر کی ترتیب اور آئندہ کے لیے کام کرنے کا نقشہ بنانے میں مصروف

ہو گئے۔ حضرت اقدس شیخ الہندؒ، اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ، حضرت اقدس سہارنپوریؒ اور مولانا الحاج حکیم صاحب رامپوریؒ، یہ چاروں حضرات جامعہ مظاہر علوم کے کتب خانہ میں بیٹھ جاتے اور ہندوستان سے لے کر حجاز تک اور حجاز سے لے کر ترکی و برطانیہ تک تمام دینی وسیاسی مسائل پر غور وفکر فرماتے۔

اس مشورہ کی اہمیت اور اس میں پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے ان حضرات کی فکر مندی اور دلسوزی کا اندازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی اس تحریر سے ہوسکتا ہے:

> ''شوال ۳۳ھ سے پہلے جب ان دونوں حضرات (حضرت شیخ الہند اور حضرت سہارنپوری) کا حجاز کا سفر طے ہو رہا تھا، اس زمانے میں حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے ایک ہفتہ مستقل مدرسہ مظاہر علوم میں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے سوانح خودنوشت (نقش حیات) میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سہارنپوریؒ کو اس تحریک کا تفصیلی علم مدینہ منورہ میں ہوا، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الاسلام سے اس کا تفصیلی حال بیان کیا۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کو حضرت شیخ الہند نے تفصیلی احوال سنائے اور حضرت سہارنپوریؒ چونکہ پہلے سے رازدار تھے، اس لیے حضرت سہارنپوریؒ کو بھی اس مکالمے میں شامل کیا۔ اس کا بہت قلق ہوا کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کی حیات میں اس پر گفتگو کرنے کی نوبت نہیں آئی، گو خیال کئی مرتبہ آیا۔ ورنہ میں حضرت اقدس مدنیؒ سے اس کی تفاصیل بیان کرتا کہ حضرت مدنیؒ تو ان حضرات کے سفر حجاز سے قبل مدینہ منورہ تھے اور یہ ناکارہ اس وقت سہارنپور میں تھا۔''

حضرت شیخ الحدیث قلمی نسخہ میں حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق فیصلہ کن الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں: ''اوائل شوال ۳۳ھ میں حضرت قدس سرہ نے حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ حرمین کا اس ارادے سے سفر فرمایا تھا کہ سلاطین اسلامیہ کی مدد سے انگریزوں

کے تسلط علی الہند سے خلاصی کی کوئی صورت پیدا ہو۔ حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ شوال ۳۴ھ میں اسباب کی عدم مساعدت کی وجہ سے واپس تشریف لائے اور حضرت شیخ الہندؒ قید کر کے مالٹا پہنچا دیئے گئے۔'' (قلمی مجموعہ ص ۳۷)

حضرت شیخ الہندؒ کا سفر حجاز کو روانگی سے قبل کا قیام ایک ہفتہ مدرسہ مظاہر علوم ہی میں رہا اور اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ اور مولانا الحاج احمد صاحب رام پوریؒ کا قیام بھی اس زمانے میں سہارنپور ہی رہا، یہ چاروں حضرت صبح کی چائے کے بعد مدرسہ کے کتب خانہ میں تشریف فرما ہوتے کتب خانے کا دروازہ جوان کی نشست گاہ سے بہت دور تھا اس کی اندر کی زنجیر لگ جاتی اور ان چار حضرات کے علاوہ کوئی شخص اندر نہیں جا سکتا تھا۔ ساڑھے 11 بجے سے حاجی مقبول احمد صاحبؒ جو حضرت سہارنپوریؒ کے گویا گھر کے منتظم تھے، کھانے کا تقاضا شروع کرتے اور نیچے سے آواز دے کر بار بار کہتے کہ ''حضرت کھانا آ گیا ہے، ٹھنڈا ہو گیا ہے۔'' اور اوپر سے شروع شروع میں تو جواب ہی نہیں ملتا تھا، اور پھر دو چار مرتبہ کے بعد حکیم احمد کھڑکی میں سے کہتے کہ ''ابھی آتے ہیں، ابھی آتے ہیں۔'' ظہر کی اذان کے قریب یہ حضرات اُترتے اور جو کچھ ٹھنڈا یا گرم ہوتا، اس کو جلد جلد نوش فرماتے، اِسی درمیان ظہر کی اذان ہو جاتی، نہایت اطمینان سے وضو، اور فرائض اور سنتوں سے فراغ پر پھر کتب خانہ میں پہنچ جاتے اور عصر کی اذان پر اُترتے۔ بعد عصر، البتہ تخلیہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اس وقت چائے ہوا کرتی تھی اور مغرب کے بعد نوافل سے فراغت پر کھانا کھانا اور مہمانوں سے ملاقات کرنا۔ تین چار دن تک یہی سلسلہ رہا۔ جو لوگ اجمالاً حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک سے واقف تھے وہ تو اجمالاً سمجھے ہوئے تھے کہ کس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے۔ ان ہی ایام میں اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کے ذمے حضرت شیخ الہندؒ کی غیبت (عدم موجودگی) میں ان کی تحریک کی سرپرستی تجویز ہوئی تھی، اور حضرت سہارنپوری کا حضرت شیخ الہند کے ساتھ جانا تجویز ہوا، مگر اس طرح پر کہ علیحدہ علیحدہ سفر ہو، اِس لیے کہ حکومت کی نگاہ میں دونوں مخدوش تھے، خیال یہ ہوا کہ اگر ایک گرفتار ہو جائے تو دوسرا حجاز پہنچ جائے۔ (آپ بیتی نمبر ۴، ص ۲۷)

ہندوستان میں دین کی نمایاں خدمات، مسلمانوں کے مذہبی عقائد کی اصلاح اور

اسلامی تعلیم وتربیت کا چونکہ حضرت اقدس سہارنپوری بیڑا اٹھائے ہوئے تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ حکومت کے اسلام دشمن معاملات بالخصوص عالم عرب میں اس کے منافقانہ کردار پر آپ بغیر کسی جھجک اور خوف کے بھرپور تنقید فرماتے تھے، ان وجوہ سے برطانوی استعمار کو آپ کی ذات سے بڑی پرخاش تھی اور وہ مذہبی میدان میں آپ کی سیادت وقیادت کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھتا تھا، اِسی لیے آپ کے شب وروز کے معمولات، عوام وخواص کی آمد ورفت، ان سے ملاقات وگفتگو یہ سب چیزیں انگریز کی سی۔آئی۔ڈی کی نظروں میں تھیں اور آپ کے خلاف فائل تیار ہوتی رہتی تھی، تحقیق وتفتیش کرنے والے کبھی مریدین باصفا بن کر آتے، کبھی مخلص خدام کی شکل میں اور کبھی فقیرانہ وراہبانہ لباس میں، چنانچہ اسی موقع پر حجاز کے لیے تشریف بری سے دو یا تین یوم قبل ایک شخص فقیرانہ ومجذوبانہ حالت میں مظاہر علوم آیا، فجر کی نماز وہ بڑے اہتمام سے مدرسہ قدیم کی مسجد میں حضرت کے پاس پڑھتا تھا اور بالکل یکسو وخاموش رہتا، ان چیزوں کو دیکھ کر شہر کے کچھ لوگ اس کے معتقد بھی ہو گئے۔ جب حضرت کی روانگی حجاز طے ہوگئی تو تشریف بری سے قبل اس مجذوب نے حضرت سے درخواست کی کہ میں بھی ہمرکابی میں چلنا چاہتا ہوں، اخراجات کا کوئی بار آپ پر نہ ہوگا، صرف اس مبارک سفر میں حضرتؒ کی خدمت اور قدم بوسی کی تمنا ہے، اگر اجازت ہو تو ساتھ چلوں؟“ حضرت نے ارشاد فرمایا ”سینکڑوں آدمی حج کو جاتے ہیں آپ بھی چلے جائیں، میرے سے اجازت کی کیا ضرورت ہے۔“ یہ بھی فرمایا کہ ”میری تمہارے سے کوئی واقفیت نہیں اور میں اجنبی آدمی کو رفیق سفر نہیں بنایا کرتا“۔

جدوجہد آزادی کی سرگرمیاں:۔

ان حالات میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے سفر حجاز فرمایا اور وسط شوال ۱۳۲۳ھ میں روانہ ہوکر ۲۲/ ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچے اور حج سے فارغ ہوکر سات محرم کو مدینہ منورہ پہنچ کر وہاں قیام فرمایا، اس سفر کے سلسلہ میں حکومت کتنی حساس تھی اور ان دونوں اکابر کی ہر حرکت وسکون کا ریکارڈ وہ کس طرح تیار رکھتی تھی، اس کا اندازہ انڈیا آفس لندن میں محفوظ سی آئی ڈی کی اس خفیہ فائل سے ہوسکتا ہے جو کچھ عرصہ قبل ”تحریک شیخ الہندؒ“ کے نام سے شائع ہو چکی ہے اور حضرت مولانا محمد میاں صاحب مرحوم ومغفور نے اس کو ترتیب دیا ہے۔

ہم یہاں اس کتاب سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے اس سفر حجاز کی بعض اہم تواریخ بھی ان اقتباسات سے معلوم ہو جائیں گی۔

۱۔ ''اگست ۱۹۱۵ء کے آخر میں دلی سے اطلاع ملی کہ دیوبند کے مولوی محمود حسن اور سہارنپور کے خلیل احمد عرف خلیل الرحمٰن حج کے لیے جاتے ہوئے دلی سے گزرے اور ۲۱راگست کو مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے انہیں ریلوے اسٹیشن پر وداع کیا۔ خلیل الرحمٰن چند طالب علموں اور مریدوں کے ہمراہ ستمبر کے شروع میں بمبئی پہنچے۔ محمود حسن ستمبر کے آخر ہفتہ میں پھر دلی میں دیکھے گئے اور آٹھویں کو روانہ ہوئے۔''

(تحریک شیخ الہند ص ۲۰۳، زیر عنوان ''عربستان میں دیوبند اور سہارنپور کے مولویوں کے مشن پر سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر کی رپورٹ ۱۶، ۱۹۱۵ء)

۲۔ ''بمبئی کے پولیس کمشنر نے ایس ایس اکبر نامی جہاز کے ذریعہ ان لوگوں کی روانگی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا تھا کہ انہیں شبہ ہے ان مولویوں کی روانگی فریضہ حج کی ادائیگی کی خواہش کے سوا کسی اور مقصد کے لیے ہے۔

محمود حسن اور خلیل الرحمٰن کے بارے میں یوپی سی آئی ڈی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان دونوں کو غیر وفادار سمجھا جاتا ہے، نیز محمود حسن کو مسلمانوں سے چندے کی بڑی بڑی رقمیں مل رہی ہیں، اور یہ کہ وہ اور ڈاکٹر (مختار احمد) انصاری حلیف اور شرکاء کار ہیں اور ان کے بارے میں شبہ ہے کہ سرحد پار کے مخالف اور منحرف لوگوں سے ان کا رابطہ ہے اور اس مشن کے سامنے سیاسی مقاصد ہیں۔'' (حوالہ بالا ص ۲۰۴)

۳۔ ''مارچ ۱۹۱۶ء میں سہارنپور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اطلاع دی کہ خلیل الرحمٰن اپنی اہلیہ کو اپنے ہمراہ عربستان لے گئے ہیں اور ہندوستان کو واپسی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔'' (ایضاً ص ۲۰۷)

۴۔ دیوبند کے ممتاز مولویوں کی دو جماعتیں ستمبر ۱۹۱۵ء میں حجاز کے لیے روانہ ہوئیں۔ یہ عام طور پر افواہ تھی کہ ان کا ارادہ ہجرت کرنے کا ہے اور مخالف حکومت جذبے نے ان کو اس اقدام پر آمادہ کیا ہے۔ یہ بھی افواہ تھی کہ وہ حجاز میں چند خاص ترک افسروں سے ملاقات کریں

گے، لیکن بروقت کوئی ایسی اطلاع نہیں مل سکی جس سے ان کو ہندوستان ہی میں روکا جا سکے۔ بمبئی میں گرمجوشی سے رخصت کیے جانے کے بعد یہ دونوں جماعتیں ستمبر ۱۹۱۵ء میں بمبئی سے روانہ ہوگئیں۔ مولوی خلیل احمد اور ان کی پارٹی ۸؍ستمبر ۱۹۱۵ء کو اور مولانا محمود حسن اور ان کی پارٹی ۱۸؍ستمبر ۱۹۱۵ء کو روانہ ہوئیں۔ (ایضاً ص ۲۳۷)

۵۔ ''یقین کیا جاتا ہے کہ مولوی محمود حسن اور مولوی خلیل احمد دونوں نے ۱۹۱۶ء میں کسی وقت حجاز میں جمال بے (ترکی خلافت کے گورنر شام) اور انور بے (ترکی خلافت کے وزیر دفاع) سے ملاقات کی تھی، لیکن ان ملاقاتوں کے بارے میں کسی اور تفصیل کا علم نہیں۔'' (ایضاً ص ۲۴۱)

۷؍محرم الحرام ۱۳۳۴ھ (۱۴؍دسمبر ۱۹۱۵ء) میں آپ مدینہ منورہ پہنچے، نیت طویل قیام فرمانے کی تھی لیکن حالات وآثار اچھے نہیں تھے، خود حکومت ترکیہ آپ سے بدظن تھی اور یہ سوچ کر کہ آپ ہندوستانی ہونے کی وجہ سے انگریزی حکومت کی رعایا ہیں، آپ کی شب وروز نگرانی کرتی تھی، ایک دن موقع پا کر آپ نے ترکی افسروں سے فرمایا:

> ''عجیب بات ہے، برطانوی حکومت ہم کو بہ حیثیت اتحاد مذہب ترکی کا خیر خواہ سمجھ کر بدگمان ہے، اور ترکی حکومت محض ہندی باشندہ ہونے کے لحاظ سے ہم پر مطمئن نہیں، پھر آخر مسلمان اپنی مذہبی زندگی عافیت کے ساتھ گزارنے کیلئے کون سا ملک ڈھونڈیں۔''

ان حضرات کے اس سفر کا مقصد چونکہ انگریزی تسلط سے نجات حاصل کرنا تھا، اس لیے تمام شدائد وموانع کے باوجود یہ حضرات اپنے اس کام میں لگے رہے، حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ نے مکہ مکرمہ میں (ترکی خلافت کے) گورنر حجاز غالب پاشا سے تفصیلی ملاقات کی اور اپنے کام کا پورا نقشہ ان کے سامنے رکھا، انہوں نے پوری توجہ اور غور سے آپ کی باتیں سنیں اور کہا کہ آپ تمام ہندوستان کو کامل آزادی کے مطالبہ پر آمادہ کریں، ہم ہر قسم کی امداد دیں گے۔'' حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ نے اس موقعہ پر غالب پاشا سے تین تحریریں حاصل کیں، پہلی تحریر مسلمانانِ ہند کے نام تھی، دوسری گورنر مدینہ منورہ بصری پاشا کے نام تھی جس میں تحریر تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ معتمد علیہ ہیں ان کا احترام کیا جائے اور استنبول بھیج دیا جائے تیسری تحریر

غازی انور پاشا کے نام تھی کہ ”ان کے مطالبات پورے کریں۔“

اِس کام سے فارغ ہوکر حضرت شیخ الہندؒ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت سہارنپوری اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ پہلے سے یہاں موجود تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ایک خصوصی مجلس میں ان دونوں حضرات سے تفصیلی گفتگو فرمائی اور مکہ مکرمہ کی ملاقات سے ان حضرات کو آگاہ فرمایا۔

ان ہی ایام میں انور پاشا وزیر دفاع اور جمال پاشا گورنر شام مدینہ منورہ آئے، تجویز کے مطابق حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے انور پاشا سے ملاقات کر کے مغرب کے بعد کا وقت تنہائی میں بات چیت کرنے کے لیے لے لیا، وقت متعینہ پر حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت اقدس سہارنپوریؒ نے تنہا بند کمرے میں ملاقات فرمائی، جمال پاشا سے کھل کر گفتگو ہوئی اور غالب پاشا کا خط ان کو دکھایا، اس گفتگو کے نتیجہ میں عربی، فارسی اور ترکی، تین زبانوں میں مرتب شدہ تحریریں، دونوں وزیروں کے دستخطوں کے ساتھ ان حضرات کو ملیں جن کا مضمون یہ تھا کہ ”آزادی ہند کے لیے ہم پوری امداد و معاونت کریں گے۔“

گفتگو کا یہ مرحلہ جب پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو یہ دونوں حضرات مع اپنے رفقاء کے ۱۲/ جمادی الثانی کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر آخر ماہ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ حضرت شیخ الہندؒ چند یوم یہاں قیام فرما کر ۲۰/ رجب کو طائف کے لیے روانہ ہو گئے۔ اسی عرصہ میں ترکی خلافت سے شریف حسین کی بغاوت کی وجہ سے طائف میں بدامنی پھیل گئی، راستے مسدود ہو گئے، اس لیے حضرت کو طائف میں مجبوراً قیام فرمانا پڑا۔ حالات کی اسی ناہمواری اور ہر وقت داروگیری کی وجہ سے طے ہوا کہ حضرت اقدس سہارنپوریؒ مع اپنے رفقاء اور حضرت شیخ الہندؒ کے بقیہ رفقاء ہندوستان روانہ ہو جائیں اور انور پاشا، جمال پاشا سے لی ہوئی تحریریں اپنے ساتھ ہندوستان لے جا کر حاجی نورالحسن صاحب رئیس موضع رتھیڑی ضلع مظفرنگر کو دے دیں، وہ احمد مرزا صاحب فوٹو گرافر دہلی سے ان تحریروں کے متعدد فوٹو کرا کر مختلف مقامات پر تحریک کے ذمہ داروں کو پہنچا دیں گے، طے شدہ نظام کے مطابق حضرت اقدس سہارنپوری، اہلیہ محترمہ، حاجی مقبول صاحب، مولانا سید ہادی حسن صاحب خاں جہانپور ضلع مظفرنگر، ڈاکٹر حاجی شاہ بخش

صاحب سندھی جدہ سے ایس ایس اکبری جہاز سے آخر شوال میں روانہ ہو کر آٹھ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ میں بمبئی پہنچے۔

انگریز پولیس سی آئی ڈی اور شہری عوام استقبال کے لیے بندرگاہ پر موجود تھے۔ مولانا ہادی حسن صاحب نے وہ تحریریں کمال احتیاط کے ساتھ جہاز سے لے کر اپنی منزل پر بھجوا دیں سی آئی ڈی اور پولیس کو اس کا احساس بھی نہ ہوسکا، کیونکہ اس کی تمام تر توجہ ان دونوں حضرات کو گرفتار کرنے پر تھی، جب یہ معلوم ہوا کہ صرف حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب اس جہاز سے آئے ہیں تو ان کو اور دیگر رفقاء کو گرفتار کر کے پولیس نے اپنی حراست میں نینی تال بھیج دیا۔

سی آئی ڈی کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کی ہند تشریف آوری سے قبل ہی حکومت یوپی نے ڈیفنس ایکٹ رولز کے تحت گرفتار کر لینے کے آرڈر جاری کر دیئے تھے، گرفتاری کے بعد ان حضرات کی سخت تلاشی لی گئی، حتیٰ کہ ہاتھ کی چھڑی توڑ کر اُس کے بھی ٹکڑے کر دیئے کہ کہیں اس میں تو کوئی پوشیدہ چیز نہیں۔

حضرت سہارنپوریؒ کی گرفتاری اور رہائی:۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے بمبئی پہنچنے اور پھر گرفتار ہو کر نینی تال تشریف لے جانے کے سلسلہ میں سی، آئی، ڈی رپورٹ کے اقتباسات اپنے اندر کافی اہمیت رکھتے ہیں:

۱۔ "یہ اطلاع ملنے پر کہ محمود حسن واپس ہندوستان آنے والا ہے حکومت یوپی نے حکومت بمبئی کو تار دیا کہ "ہندوستان پہنچتے ہی اس کو نظر بند کر دیا جائے۔" حکومت بمبئی کو خوف ہوا کہ اس کاروائی سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوگا اس لیے مزید خط و کتابت کے بعد طے کیا گیا کہ اگر محمود حسن اور خلیل واپس آئیں تو بمبئی میں ان کی تلاشی لی جائے اور پولیس کے دستہ کے ساتھ الٰہ آباد بھیج دیا جائے، اس کے بعد مقامی حکومت فیصلہ کرے گی کہ کیا کاروائی ضروری ہے۔"

(ایضاً ۲۰۶)

۲۔ "مولوی خلیل احمد کے سوا کسی کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی، وہ حال ہی میں حجاز سے واپس آیا ہے۔ عبید اللہ (سندھی) کے خطوط (ریشمی رومال) پکڑے جانے سے، پہلے سے آمد کو

روکنے کے آرڈیننس کے ذریعہ اس کو نظر بند رکھا جا رہا ہے۔

یو پی سے مجھے آخری اطلاع انسپکٹر جنرل پولیس کے خط مورخہ اٹھارہ ماہ رواں میں دی گئی کہ سینڈس نے مثل کو ذہن نشین کر لیا ہے اور ہدایات کو سمجھ لیا ہے، اب وہ خلیل سے پوچھ تاچھ کر رہا ہے، ہم جلد ہی آپ کو کسی بات سے مطلع کریں گے۔'' (ایضاص ۲۱۳)

۳۔ اس سلسلے میں یہ بات ظاہر کرنی چاہتا ہوں کہ اس مولوی کے سفر حجاز سے پہلے ہمیں نہ صرف مختلف ذرائع سے اطلاعات ملی تھیں کہ وہ سیاسی مشن پر جا رہا ہے بلکہ ہندوستان کو واپسی پر اس کے ہمراہ سفر کرنے والے ایک حاجی نے بتایا تھا کہ اُس نے اور اس مولوی (شیخ الہندؒ) نے غالب پاشا اور دوسرے لوگوں سے حجاز میں ملاقات کی تھی اور وہاں بہت کافی سیاسی کام کیا گیا تھا۔'' (ص ۲۱۴)

۴۔ مولوی خلیل احمد جو اس وقت نینی تال میں زیر حراست ہیں، حجاز میں بدیہی طور پر حضرت مولانا محمود حسن کے بہت ہی قریب رہے، وہاں وہ ایک ہی اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ گئے اور دوسرے اوقات میں بھی ایک دوسرے سے بہت زیادہ ملتے رہے۔

ہندوستان بھر میں خلیل احمد سے جو ہمدردی پائی جاتی ہے اس کی مجھے مزید شہادتیں بھی ملی ہیں، بلاشبہ وہ ایک ایسے مولوی ہیں جن کا بدیہی طور پر بہت زیادہ احترام ہے اور جن سے بڑی عقیدت ہے۔'' (ص ۲۱۹)

حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ جب نینی تال جیل پہنچ گئے تو پھر آپ سے تحقیقات کا سلسلہ شروع ہوا، پولیس اور سی، آئی، ڈی نئے نئے انداز اور ذومعنیٰ الفاظ کے ذریعہ آپ سے واقعات دریافت کرتی رہی اور آپ اپنی خداداد ذہانت وفراست سے ایسے جوابات دیتے رہے کہ حکومت بے بس ہو کر رہ گئی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ'' کیا آپ نے ہندوستان کو دارالحرب بتلایا ہے؟'' حضرت نے فرمایا'' ہاں ضرور کہا ہے مگر اس وقت جب کہ دہلی سے اطلاع ملی کہ گورنمنٹ ہم کو ہمارے مذہب اسلام کے خلاف حکم دینے پر مجبور کرتی ہے۔'' سہارنپور سے روانہ ہوتے وقت جن مجذوب سے آپ کی گفتگو ہوئی تھی ان کے متعلق بھی دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا'' میں جو کچھ اُن سے کہہ چکا ہوں وہی آپ سے بھی کہتا ہوں کہ

میں ایک اجنبی کو رفیق سفر نہیں بنایا کرتا۔''

نینی تال جیل میں حضرت پر کیا گزری، آپ سے کس انداز کی گفتگو ہوئی اور حکومت کے ذمہ دار اعلیٰ آفیسر کس طرح زچ ہوئے، حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم جامعہ مظاہر علوم سہار نپور لکھتے ہیں۔

''داروغہ وحید احمد ابن منشی لطیف احمد سوختہ فروش ساکن گنگوہ نے بیان کیا کہ میں سی آئی ڈی میں ملازم تھا، میرے پاس حکومت انگریز کا حکم آیا کہ ''فلاں اسٹیشن پر فلاں گاڑی کے فلاں ڈبہ پر پہنچو۔'' میں گیا تو مجھے وہاں کوئی خاص چیز محسوس نہیں ہوئی، لیکن دو ایک مستورات وہاں تھیں، انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ ''یہ تو بھائی لطیف کا وحید لگے ہے،'' اتنے میں ایک صاحب بیت الخلاء سے نکلے اور انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ ''ارے بھائی وحید، اچھا ہے؟'' یہ کہہ کر مجھے سینہ سے لگا لیا۔ وحید کہتے ہیں، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ مستورات حضرت (سہار نپوری) کی ہیں، اور وہ صاحب جو بیت الخلاء سے نکلے تھے وہ حاجی مقبول تھے۔ تب سب بات میری سمجھ میں آئی کہ حضرت گرفتار کر لیے گئے اور نینی تال جا رہے ہیں۔ میں نے فوراً کمبل نینی تال حضرت کے لیے بھجوا دیئے کہ وہاں کی سخت سردی سے پریشان نہ ہوں، اور جلد از جلد نینی تال جا کر حضرت سے ملاقات کی حضرت نے مجھے فوراً پہچان لیا۔ میں نے عرض کیا کہ ''حضرت! میری ایک بات بغیر دلیل کے مان لیں وہ یہ کہ حضرت اپنا عربی داں ہونا ظاہر نہ ہونے دیں۔ جو سوالات عربی میں کیے جائیں ہرگز ان کے جوابات نہ دیں۔ مقدمہ کی بنیاد بس یہی ہے کہ آپ عربی داں ہیں۔''

اس کے بعد آپ کی پیشی ہوئی۔ انگریز جج نے بہت سوالات کیے، جو وہ اُردو میں کرتا حضرت اس کے جوابات دے دیتے، اور جو عربی میں پوچھتا اس کے جواب میں حضرت خاموش ہو جاتے، بار بار پوچھتا پھر بھی حضرت خاموش رہتے، اس نے ڈانٹ کر پوچھا پھر بھی خاموش رہے، پھر اُس نے عربی میں کہا کہ ''جوابات کیوں نہیں دیتے؟'' حضرت پھر بھی خاموش رہے، پھر اس نے اردو میں پوچھا کہ ''میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟'' حضرت نے فرمایا جواب دے تو رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے جو عربی میں پوچھا ہے اس کا

جواب کیوں نہیں دیا؟ فرمایا کہ میں ہندی ہوں آپ مجھ سے اردو میں سوال کریں میں اس کا جواب دوں گا عربی میں سوال کسی عربی سے کیا جائے، وہی جواب دے گا۔

پھر اس نے مغالطہ دینا چاہا کہ اردو میں طویل سوال کیا، ایک جملہ اس میں عربی کا بھی داخل کر دیا۔ حضرت نے اردو گفتگو کا جواب دے دیا اور عربی جملہ کے جواب سے خاموشی اختیار کی بہت دیر تک یہی چکر رہا۔ آخر میں اس نے پوچھا کہ آپ حدیث وفقہ پڑھاتے ہیں اگر عربی نہیں جانتے تو کیسے پڑھاتے ہیں؟ فرمایا پڑھانے والا ہندی، پڑھنے والے ہندی اور ترجے سب ہندی زبان (اردو) میں موجود ہیں، اس لیے کام چل جاتا ہے۔ جج نے کہا کہ آپ حجاز جاتے ہیں، دیر دیر تک وہاں قیام کرتے ہیں، جب آپ عربی نہیں جانتے تو وہاں کیسے کام چلتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کَانَ یَکُوْنُ کی عربی، میں بھی جانتا ہوں اور "ہے، نہیں" کی ہندی وہ بھی جانتے ہیں، اس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی ہے تو مترجم کے ذریعہ بات کرتا ہوں۔

حضرت کے متعلق انگریز کے پاس سی آئی ڈی کی رپورٹ یہ تھی کہ حضرت نے تمام عرب میں جا کر عربی میں تقریریں کیں اور انگریز کی مخالفت پر عرب عوام اور ترکوں کو آمادہ کیا۔

نینی تال کے اس مقدمہ پر انگریز ججوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ملزم کے متعلق یہ رپورٹ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ عربی کے دو جملے بولنے پر بلکہ سمجھنے پر بھی قادر نہیں، لہٰذا اس کے متعلق یہ رائے قائم کرنا کہ اس نے عربی میں تقریریں کیں، صحیح نہیں ہے۔"

اس ساری گفتگو کے بعد جج نے کہا کہ اگر مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند آپ کی سفارش کر دیں تو آپ کو رہا کیا جا سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا "رہا؟ رہائی تو سزا کے بعد ہوتی ہے اور سزا ثبوت جرم پر ہوتی ہے، کیا میرا کوئی جرم ثابت ہو گیا جو سزا بھی تجویز ہو گئی اور اس پر رہائی مرتب ہو رہی ہے؟"

حضرت کے اس جرح فرمانے پر جج نے اپنا لفظ بدلا اور کہا کہ اگر مولانا حبیب الرحمٰن آپ کی سفارش کر دیں تو آپ کو بری کیا جا سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا "برأت تو کسی کی سفارش پر موقوف نہیں ہوتی، بلکہ جرم ثابت نہ ہونے پر ہوتی ہے کہ غیر مجرم کو کسی غلطی کی بنا پر مجرم تصور کر لیا گیا تھا اب وہ غلطی رفع ہو گئی تو بری ہو گیا اور غیر مجرم بہر حال غیر مجرم ہے، اس

میں سفارش کی کیا بات ہے؟"

جج نے کہا کہ "گورنمنٹ کا منشا یہی ہے کہ وہ سفارش کریں، آپ زیادہ بات نہ کریں۔" حضرت نے فرمایا کہ "مولانا حبیب الرحمٰن کی کیا خصوصیت ہے، میں نواب حیدرآباد کو تار دیتا ہوں وہ ابھی میری سفارش کے لیے یہیں آتے ہیں، نواب بہاولپور کو تار دیتا ہوں، نواب بھوپال کو تار دیتا ہوں، یہ سب ابھی آجائیں گے۔ کیا گورنمنٹ کے نزدیک مولانا حبیب الرحمٰن کی حیثیت ان سے زیادہ وقیع اور بلند مرتبہ ہے؟"

جج نے کہا کہ آپ بحث نہ کریں، بات اسی طرح ہونی چاہیے۔ اس پر حضرت نے اپنے ایک عزیز کو (جو وہاں موجود تھے) پرچہ لکھ کر دیوبند بھیجا، وہاں سے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب آگئے۔ انہوں نے سفارش کی، حضرت بری کر دیئے گئے۔

نینی تال جیل سے جب حضرت رہا ہوئے تو سہارنپور کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں تھوڑی دیر کے لیے دیوبند اُترے، دارالعلوم تشریف لے گئے، دُعا فرمائی اور پھر سہارنپور تشریف لے آئے، اور اگلے دن ایک بڑے اجتماع میں آپ نے اس سفر کے حالات و واقعات سنائے، یوں اس سفر کی مدت کچھ کم وبیش چودہ ماہ ہوئی۔

حضرت سہارنپوریؒ کی دانشمندی:

رہائی کے وقت حضرت سے وعدہ لیا گیا کہ عدالت کی یہ بحث کسی دوسرے کو نہ بتلائی جائے۔ جامعہ مظاہر علوم میں پہنچ کر حضرت سے ایک مجلس میں دریافت کیا گیا کہ کیا مولانا حبیب الرحمٰن نے حضرت کی کوئی شکایت کی تھی جس پر جناب کی گرفتاری عمل میں آئی اور پھر ان کی سفارش پر آپ کو چھوڑ دیا گیا؟ حضرت نے فرمایا "جی یہ بات نہیں بلکہ گورنمنٹ مجھ کو مولانا حبیب الرحمٰن کے زیرِ احسان رکھنا چاہتی ہے اور یہ چاہتی ہے کہ دارالعلوم ومظاہر علوم میں باہمی اعتماد قائم نہ رہے، بے اعتمادی پیدا ہو جائے، اس وجہ سے یہ سب کچھ کیا گیا۔"

اگلے روز مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند ملاقات کے لیے سہارنپور حضرت کے پاس آئے اور بند کمرے میں دیر تک ملاقات کی۔ اس ملاقات سے اگلے روز سہارنپور کے کلکٹر نے حضرت کو طلب کر لیا اور کہا کہ نینی تال میں آپ سے وعدہ لیا گیا تھا

کہ انگریز جج کے سامنے آپ نے جو بیان دیا ہے وہ کسی کو نہیں بتلائیں گے، لیکن آپ نے سہارنپور پہنچتے ہی وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی کہ یہ سب باتیں حافظ احمد صاحب کو بتلا دیں۔ حضرت نے فرمایا میں تو اس عہد کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ اخبار میں شائع کرنے سے منع کیا جا رہا ہے، جیسا کہ آج کل دستور ہے کہ پبلک کے مطالبہ پر اخباری بیان جاری کر دیا جاتا ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اپنے مخلص دوستوں سے بھی کہنے کی اجازت نہیں؟'' کلکٹر نے کہا ''دیکھ لیا آپ نے اپنے مخلص دوستوں کو؟ کہ کل کواڑ بند کر کے راز داری کے ساتھ تنہائی میں گفتگو ہوئی اور وہ آج ہمارے پاس موجود ہے۔'' حضرت نے فرمایا ''ہاں یہ کوئی نئی بات نہیں مجھے پہلے سے معلوم ہے۔'' اِس گفتگو کے بعد حضرت واپس مظاہر علوم میں تشریف لے آئے۔ بعد میں خدام نے عرض کیا کہ کیا واقعی حافظ محمد احمد صاحب نے کلکٹر کو یہ ساری باتیں پہنچائیں؟ حضرت نے فرمایا کہ'' حافظ محمد احمد صاحب تو کلکٹر سے ملے بھی نہیں یہ تو ادنیٰ قیافہ کی بات ہے کہ تنہائی میں یہی بات ہوئی ہوگی۔ حکومت کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے درمیان آپس کا اعتماد ختم ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔''

حضرت کے متعلق انگریز کے پاس سی آئی ڈی کی رپورٹ یہ تھی کہ حضرت نے تمام عرب میں جا کر عربی میں تقریریں کیں اور انگریز کی مخالفت پر عرب عوام اور ترکوں کو آمادہ کیا۔

نینی تال کے اس مقدمہ پر انگریز ججوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ملزم کے متعلق یہ رپورٹ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ عربی کے دو جملے بولنے پر بلکہ سمجھنے پر بھی قادر نہیں، لہٰذا اس کے متعلق یہ رائے قائم کرنا کہ اس نے عربی میں تقریریں کیں، صحیح نہیں ہے۔''

نینی تال جیل سے جب حضرت رہا ہوئے تو سہارنپور کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں تھوڑی دیر کے لیے دیوبند اُترے، دارالعلوم تشریف لے گئے، دُعا فرمائی اور پھر سہارنپور تشریف لے آئے، اور اگلے دن ایک بڑے اجتماع میں آپ نے اس سفر کے حالات و واقعات سنائے، یوں اس سفر کی مدت کچھ کم و بیش چودہ ماہ ہوئی۔

چھٹا سفر حج، آپ نے شعبان ۱۳۴۸ھ میں کیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب، قاری عبدالعزیز صاحب، مولانا لطیف

بقیہ صفحہ نمبر 27 پر

حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ

حضرت اقدس مولانا السید تاج محمود امروٹی قدس اللہ سرہ العزیز کی ولادت قصبہ دیوانی تحصیل روہڑی ضلع سکھر میں ہوئی، آپ کی تاریخ تولد متعین نہیں ہو سکی اندازہ یہ ہے کہ آپ اٹھارویں صدی کے نصف آخر کے ابتدائی سالوں میں پیدا ہوئے، آپ حسب ونسب کے لحاظ سے سیّد تھے، آپ کا خاندان اپنے علاقہ میں رُشد و ہدایت کا مرکز تھا، آپ کے والد حضرت مولانا سیّد عبدالقادر صاحب علومِ ظاہریہ و باطنیہ میں باکمال بزرگ تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم کے مراحل اپنے والد کے یہاں طے کئے اور علومِ ظاہریہ کی تکمیل حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ پنھواروی تحصیل پنوعاقل کے یہاں کی، علومِ شرعیہ کے حصول کے بعد آپ علومِ باطنیہ حاصل کرنے کیلئے قدوۃ العارفین سیّد السالکین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، اور مسلسل ریاضت کے بعد نہایت قلیل عرصہ میں خرقۂ خلافت سے نوازے گئے، جب آپ روحانی تربیت کے سلسلہ میں بھرچونڈی شریف میں تھے، انہی دنوں حضرت عبیداللہ صاحب سندھیؒ، بھرچونڈی شریف آئے اور حافظ صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے، یہیں دونوں حضرات کا ایک دوسرے سے تعارف ہوا، اور یہ تعارف آگے چل کر اشاعتِ اسلام اور احیائے ملت کے لئے بہت مفید ثابت ہوا، یہ ١٨٨٧ء کا واقعہ ہے۔

امروٹ میں خانقاہ کا قیام:

حصولِ خلافت کے بعد آپ نے اپنے مرشد کے حکم سے امروٹ شریف تحصیل گڑھی یاسین ضلع شکارپور کو اپنا مستقل مسکن بنایا اور دعوت الی اللہ و دعوت الی الاصلاح کے لئے مشغول ہو گئے، امروٹ میں آپ کے ابتدائی ایام نہایت صبر آزما تھے، کئی کئی اوقات آپ کو

فاقے ہوتے اور بعض دفعہ آپ صرف ساگ پات پر اکتفا کرتے لیکن آپ عزم وعمل کا پیکر بن کر دعوت وعزیمت کے کام میں برابر مصروف رہے، وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی طرف عوام کے رجوع میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور نہایت قلیل عرصہ میں امروٹ شریف دعوت الی اللہ کا ایک عظیم مرکز بن گیا، امروٹ شریف میں عوامی ضروریات کے پیش نظر آپ نے ایک وسیع مسجد کی بنیاد رکھی اور کئی حجرے تعمیر کرائے، اس میں آپ دوسرے خدام کے ساتھ مل کے کام کرتے اور کسی قسم کا امتیاز برتنے نہ دیتے، جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی، آپ نے حفظ قرآن اور ناظرہ کے لئے مسجد کے اندر ہی ایک مدرسہ کھولا جس کے تمام اخراجات کے آپ خود ذمہ دار تھے، ۱۳۰۸ھ میں سید السالکین حضرت حافظ محمد صدیق بھر چونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے آپ ہمہ وقت مغموم اور متفکر رہنے لگے اس المیہ نے آپ کے اندر شعر وشاعری کو جنم دیا آپ نے اپنی شاعری کا آغاز نعتیہ کلام سے کیا، مدح نبی اکرم ﷺ پر آپ نے سندھی زبان میں جو اشعار کہے ہیں وہ آج تک عوام میں بے حد مقبول ہیں، اپنے بیٹے سید حسن شاہ کی عین نوجوانی کی موت نے آپ کی شاعری میں اضافہ کیا، آپ نے فارسی کی ''یوسف زلیخا'' کی طرز پر سندھی زبان میں ''پریت ناموں'' کے نام سے ایک منظوم کتاب لکھی، یہ کتاب عوام و خواص میں بے حد مقبول ہوئی ہے، آج تک اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، آپ نے سورہ یٰسین کا سندھی زبان میں منظوم ترجمہ بھی کیا ہے، یہ ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

حضرت سندھی کی آمروٹ آمد:

۱۳۰۸ھ میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے فارغ التحصیل ہوکر سندھ میں واپس آئے، آپ کی آمد سے دو دن قبل حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھر چونڈوی اس دارِ فانی سے رخصت ہو چکے تھے، آپ بھر چونڈی شریف سے ہوتے ہوئے سیدھے امروٹ شریف آئے اور یہیں مستقل سکونت کا ارادہ کیا، حضرت مولانا امروٹی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے ارادہ کو بہت پسند کیا اور رہنے کی تمام سہولتیں مہیا کر دیں حضرت مولانا امروٹی نے آپ کی شادی کرادی، اور آپ کی والدہ کو پنجاب سے بلوالیا، نیز آپ کے لئے عربی کتابوں کا ایک بہترین ذخیرہ جمع کیا جس میں مصر، استنبول اور قاہرہ کی اہم نادر کتابیں تھیں

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی مسلسل سات سال تک نہایت سکون و اطمینان سے امروٹ شریف میں قیام پذیر رہے، اس دوران آپ نے ایک دار العلوم کھولا جس میں علوم اسلامیہ عربیہ خصوصا فلسفہ ولی اللہی کی تعلیم دیتے رہے، آپ امروٹ شریف میں ایک مطبع بھی قائم کیا جس میں سندھی زبان میں کئی دینی کتابیں چھپیں، اسی پریس سے ہدایۃ الاخوان نامی سندھی زبان میں ایک دینی ماہنامہ بھی کچھ عرصہ شائع ہوتا رہا۔

انہی دنوں حضرت مولانا امروٹیؒ نے سندھی زبان میں ترجمہ قرآن شروع کیا جسے کئی سال کی جدوجہد کے بعد آپ نے شائع کریا،اس ترجمہ کے کام میں دیگر مقتدر علماء کے علاوہ حضرت مولانا سندھی سے بھی آپ خصوصی مشورے لیتے رہے، یہ ترجمہ آپ کی زندگی میں ہی طبع ہوکر شائع ہوا، اور بہت زیادہ مقبول ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ ترجمہ حضرت مولانا احمد علی صاحب ؒ کی سرپرستی میں انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور سے شائع ہوتا رہا۔

حضرت شیخ الہندؒ سے رابطہ:

گو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ سات سال کے بعد امروٹ شریف سے پیر جھنڈہ سندھ منتقل ہوگئے، لیکن امروٹ شریف سے آپ کا رابطہ قائم رہا آپ نے حضرت مولانا شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو حضرت مولانا امروٹی سے متعارف کرایا اور حضرت شیخ الہند دو بار امروٹ شریف تشریف لائے۔ اسی طرح حضرت مولانا امروٹی بھی دیوبند تشریف لے گئے، اور مدرسہ دیوبند کی پچاس سالہ جوبلی کے جشن میں بھی شریک ہوئے۔

جدوجہد آزادی میں شرکت:

١٣٣٣ھ میں حضرت مولانا شیخ الہندؒ کے حکم سے جب حضرت مولانا سندھیؒ نے کابل جانے کا ارادہ کیا تو حضرت مولانا امروٹی نے ان کو وہاں تک پہنچنے میں ہر طرح کی مدد کی کابل جانے کے بعد بھی حضرت مولانا سندھی نے امروٹ شریف سے رابطہ قائم رکھا، چنانچہ آپ نے جو ریشمی خطوط اندرون ہند بھیجے تھے ان میں سے ایک خط حضرت مولانا امروٹی کے نام تھا جو فتح محمد شیخ نامی ایک شخص لایا تھا، حکومت کو اس خط کا بروقت علم ہوگیا، آپ کو نظر بند کر کے کراچی بلوایا گیا، کراچی کے کمشنر نے اس سلسلے میں آپ سے سوال و جواب کیے لیکن کافی

ثبوت نہ ملنے پر آپ کو رہا کرنے پر مجبور ہوگیا، اس کے بعد بھی جتنی عوامی اور دینی تحریکیں اٹھیں آپ نے باقاعدہ ان میں حصہ لیا، تحریک خلافت میں آپ سندھ میں سب سے پیش پیش تھے، اس تحریک کے دوران امروٹ شریف، سندھ کا عظیم سیاسی مرکز بن گیا، تحریک سے متعلق تمام امور آپ کے مشوروں سے ہی طے ہوتے تھے، اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود سندھ اور بیرون سندھ کئی دورے کئے، آپ دیوبند، دہلی، میرٹھ، ناگپور اور اجمیر شریف گئے اور کئی جلسوں کی صدارت کی، ترک موالات کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے بڑے جوش وخروش سے سندھ کے دورے کئے اور اس مقصد میں آپ کو نمایاں کامیابی بھی ہوئی، خلافت عثمانیہ کی بقا کے لئے مسلمانان پاک وہند نے کابل کی طرف جو احتجاجی ہجرت کی، آپ اس کے روح رواں تھے، آپ مہاجرین کی اسپیشل ٹرین کے قائد بن کر پشاور تک گئے لیکن یہ اسکیم کامیاب نہ ہوئی اور آپ بادل ناخواستہ وطن آئے، تحریک خلافت کے بعد آپ جمیعۃ علماء ہند سے منسلک رہے اور تازیست اس جماعت کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے۔

اشاعت اسلام میں کردار:

احیاء ملت اسلامیہ اور حریت وطن کے علاوہ آپ کو غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کا بہت شوق تھا، اکیلے آپ نے اس سلسلے میں جو کام کیا وہ آج بڑی بڑی انجمنیں سرانجام نہیں دے سکتیں، آپ نے اپنی زندگی میں کم وبیش پانچ ہزار غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا آپ نے غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کا کام جس طرح شروع کیا وہ نہایت پرکشش اور زود اثر تھا۔ آپ کسی کے سامنے اسلام پر لیکچر نہ دیتے اور نہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی کسی کو دعوت دیتے اس قسم کی نمائشی تبلیغ سے آپ بچتے، آپ ذاتی طور پر غیر مسلموں سے روابط قائم کرتے اور وہ لوگ آپ کے اخلاق حسنہ سے اتنے متاثر ہوتے کہ فوراً اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوجاتے، آپ کسی پر اسلام قبول کرنے کے لئے جبر نہ کرتے بلکہ اگر کوئی مسلمان ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں آتا تو آپ اسے تلقین کرتے کہ بیٹا اسلام قبول کرنے میں اتنی جلدی نہ کرو اور سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھاؤ۔ جب وہ ہر طرح اطمینان کرنے کے بعد اسلام قبول

کرنے پر اصرار کرتا، تب آپ اس سے باقاعدہ طور پر بیعت لیتے، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ باہر کے کچھ ہندو مسلمان ہونے کے لئے امروٹ شریف آتے، مقامی ہندوؤں کو اس کا علم ہو جاتا تو وہ وفد بنا کر آپ کی خدمت میں آتے اور عرض کرتے ''حضور ان لوگوں نے جذبات میں آ کر یہ فیصلہ کیا ہے آپ موقع دیجئے کہ ہم ان سے علیحدگی میں بات چیت کرلیں'' آپ ان لوگوں کی درخواست قبول کر لیتے اور مسلمان ہونے والے افراد سے ان کو بات چیت کرنے کی اجازت دیتے، وہ لوگ ان کو اپنے گھروں میں لے جاتے، مندروں میں جا کر ان کو مسلمان نہ ہونے کی تلقین کرتے لیکن ان کو اسلام قبول کرنے سے باز آنے پر ہرگز آمادہ نہ کر سکتے، اس طرح یہ بڑے شوق وذوق سے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے، لیکن جب آپ کے خلاف نفرت کا جذبہ شدید ہو گیا، اب وہ کھل کر آپ کے مقابلے پر آ گئے، ایک بار ایک متموّل ہندو گھرانے کا ایک نوجوان لڑکا آپ سے متأثر ہو کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا، آپ نے اسے اپنے ساتھ رکھا، ایک بار آپ اس لڑکے کے ساتھ ایک دعوت میں شریک ہونے کیلئے باگڑجی ریلوے اسٹیشن پہنچے تو مقامی ہندوؤں کو اس کا علم ہو گیا وہ راستہ میں جمع ہو گئے، اور زبردستی اس لڑکے کو چھین کر اپنے ساتھ لے گئے، رات بھر اس کو بند رکھا اور اسلام سے باز آنے کے لئے اسے آمادہ کرنے لگے، انہوں نے اس کو ہر طرح دھمکایا اور ہر قسم کے لالچ دیئے لیکن یہ نوجوان کسی طرح بھی ان کی باتوں میں نہ آیا، حضرت مولانا امروٹی نے اس معاملہ کی پولیس میں رپورٹ درج کرائی، پولیس نے تفتیش کے بعد اس لڑکے کو اپنے قبضے میں لے لیا اور متعلقہ ہندو لیڈروں کو گرفتار کر کے معاملہ عدالت کے سپرد کیا کافی عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا، اس نوجوان نے ہر بار یہ بیان دیئے کہ میں عاقل و بالغ ہوں اور میں نے برضا ورغبت اسلام قبول کیا ہے، ہندوؤں نے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ لڑکا نابالغ ہے اس کو اپنے والدین کی مرضی کے بغیر مذہب تبدیل کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ہندوؤں نے متحد ہو کر یہ مقدمہ لڑا، عدالت نے کافی عرصہ کے بعد آخر کار یہ فیصلہ دیا کہ لڑکا بالغ ہے اس کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کا اختیار ہے، جس طرف چاہے وہ جا سکتا ہے، اس عدالت میں ایک طرف حضرت مولانا امروٹی معہ اپنی جماعت کے کھڑے تھے، دوسری طرف اس لڑکے کے والدین اعزہ واقارب اور

سینکڑوں ہندو کھڑے تھے، اس لڑکے نے جونہی عدالت کا فیصلہ سنا وہ سید ھا مولانا امروٹی کے قدموں میں گر پڑا، اور اس کے والدین نے اسے اپنی طرف بہت کھینچا لیکن وہ نہ گیا، یہ لڑکا بعد میں مولوی نور الحق کہلائے، موصوف ضلع لاڑکانہ کے ایک قصبہ میں مقیم اور دینی تعلیم و تدریس میں مشغول رہے، ایسا ہی ایک اور واقعہ آپ کے ساتھ پیش آیا ایک ہندو پنڈت کا بیٹا از خود آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہو گیا، ہندوؤں نے جوش و خروش سے آپ کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی لیکن ناکام ہوئے، وہ لڑکا بعد میں شیخ عبداللہ کے نام سے مشہور ہوا، جو جماعت امروٹی کے ایک اہم رکن تھے۔

آریہ سماج والے جب آپ کے مقابلے میں ناکام ہوئے تو انہوں نے شدھی کی تحریک شروع کردی، وہ نو مسلم افراد کے پاس جاتے اور ان کو ہر طرح کے لالچ دے کر دوبارہ ہندو مذہب اختیار کرنے پر آمادہ کرتے۔ حضرت مولانا امروٹی نے اس فتنہ کو دبانے کیلئے مثبت قدم اٹھایا۔ آپ نے چند علماء کی ایک جمعیت بنائی جس میں اس وقت کے مشہور علماء حضرت مولانا عبدالکریم صاحب چشتی، حضرت مولانا دین محمد صاحب وفائی، حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی، حضرت مولانا عبدالکریم صاحب، حضرت مولانا نبی بخش صاحب عودوی اور دیگر علماء شامل تھے، آپ نے اس آریہ سماجی اقدام کا منظم مقابلہ کیا اور اس فتنہ کو سرزمین سندھ میں سر اٹھانے کا موقع نہ دیا۔

شوق جہاد:

اشاعت اسلام کی طرح حضرت امروٹی میں جہاد کا بھی بڑا شوق تھا آپ ہر وقت اپنے آپ کو جہاد کے لئے مستعد رکھتے آپ فرماتے کاش کہ میں جہاد میں شریک ہو کر جام شہادت نوش کروں، اس مقصد کے لئے آپ نے چند گھوڑے بھی پال رکھے تھے، آپ بذات خود ان گھوڑوں کی ہر طرح خدمت کرتے تھے، فرماتے تھے جہاد کیلئے گھوڑے پالنا سنت ہے اور ان کی خدمت کرنا کارِ ثواب ہے۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام میں سکھر بیراج کی کھدائی ہو رہی تھی نہروں کی کھدائی کی زد میں تین مساجد آرہی تھیں محکمہ انہار نے طے کیا کہ ان مساجد کو منہدم کر کے راستہ صاف

کیا جائے، جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے برطانوی سامراج سے نفرت کے سبب تحفظ مساجد کی خاطر اس محکمہ کے خلاف حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر ان مساجد کو شہید کر دیا گیا تو مسلمانان سندھ حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیں گے، شروع میں حکومت نے اس اعلان کو کوئی اہمیت نہ دی اور انہار کی کھدائی کا کام جاری رہا، حضرت مولانا امروٹی نے بالآخر جہاد کا اعلان کر دیا اور معہ اپنی جماعت کے سر پر کفن باندھ کر گھروں سے نکل آئے، اور ان مساجد کے گرد خیمہ زن ہو گئے، تو حکومت فوراً مصالحت پر آمادہ ہو گئی، آخر طے ہوا کہ مساجد کو اپنی اصلی حالت پر رہنے دیا جائے اور نہروں کو ان کے گرد کھودا جائے، یہ مساجد اب تک ان انہار کے وسط میں قائم ہیں۔

حضرت مولانا امروٹی جس طرح ایک عظیم مبلغ اسلام تھے ویسے ہی بے مثل سیاسی رہنما بھی تھے، برطانوی استعمار کے خلاف ان کی جدوجہد زرین حروف میں لکھنے کے قابل ہے، حکومت برطانیہ کے لئے آپ کا وجود ناقابل برداشت تھا مشہور ہے کہ حکومت نے خفیہ طریقہ سے آپ کو زہر دلوایا، یہ زہر دیر میں اثر کرنے والا تھا، اس کی وجہ سے آپ کا جسم نحیف ہوتا گیا، اور آپ کے تمام بدن پر چھالے نکل آئے، اور باوجود بہترین علاج کے طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی، آپ فرماتے تھے مجھے انگریزوں نے زہر دلوایا ہے، میں اب زندہ نہیں رہ سکتا، چنانچہ یہ عظیم پیشوا اور بطل حریت ۱۹۲۹ء کے آخر میں اس دارفانی سے رخصت ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گیا۔

آپ نے اپنے پیچھے ایک عظیم جماعت چھوڑی یہ جماعت توحید اور اتباع سنت میں اپنی مثال آپ ہے، یوں تو جماعت کا ہر فرد اسلام کا بہترین عملی نمونہ ہے لیکن آپ کے خلفاء وقت کے اہم اور نامور لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، آپکے خلفاء کی کافی تعداد ہے۔

لیکن حسب ذیل حضرات زیادہ مشہور ہوئے۔

۱۔ حضرت مولانا محمد صالح بالجی شریف۔

۲۔ حضرت مولانا عبدالعزیز تھریچائی شریف۔

۳۔ حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجی شریف۔

۴۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ۔

یہ تمام خلفاء اپنے وقت کے عظیم دینی وسیاسی رہنما تھے، توحید اور سنت کے مبلغ تھے، ان حضرات کے آثار ابھی یک منظر عام پر ہیں۔

حضرت مولانا امروٹیؒ کی وفات کے بعد آپ کے بھتیجے حضرت میاں نظام الدین صاحب آپ کی جگہ مسند آرائے خلافت ہوئے، ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد شاہ صاحب امروٹیؒ ان کے جانشین ہوئے۔

(بشکریہ الرحیم)

بقیہ حضرت سہارنپوریؒ

الرحمن صاحب کاندھلوی، حاجی انیس احمد صاحب انبیٹھوی، حاجی مقبول صاحب اور اہلیہ محترمہ بھی اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھیں۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا ارادہ تھا کہ رمضان مکہ مکرمہ میں کریں گے، لیکن جہاز کی روانگی میں تاخیر ہوئی اور آپ ۱۱ر رمضان کو مکہ مکرمہ پہنچے، اور صفر میں واپسی ہوئی۔

ساتویں حج کے لیے آپ ۱۶ر شوال ۱۳۴۴ھ میں سہارنپور سے روانہ ہوئے، تقریباً دوسو آدمی آپ کے ساتھ تھے، زبانی جہاز سے یہ سفر شروع ہوا۔ ادائیگی حج کے بعد آپ ۱۲ر محرم الحرام ۱۳۴۵ھ کو مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور پھر وہیں جنت البقیع کی زمین مبارک آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔

(ملخص، تحریر: مولانا محمد شاہد سہارنپوری)

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

استعماری مظالم اور ملی تقاضے	شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ
جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ
قرآنی دعوت انقلاب	مولانا عبید اللہ سندھیؒ
ولی اللہی فکر کا تاریخی تسلسل	مولانا عبید اللہ سندھیؒ
تقویٰ کیا ہے؟	مولانا عبید اللہ سندھیؒ
دین حق اور برصغیر کا سامراجی نظام تعلیم	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
شریعت، طریقت اور سیاست	مولانا محمد الیاس دہلویؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
جدوجہد آزادی کا راہنما ادارہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
اسلام اور گروہیت	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
اسلام کا اقتصادی نظام ایک تقابلی جائزہ	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
وقت کی قدر و قیمت	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
ولی اللہی تحریک	مولانا سید محمد میاںؒ
امام شاہ عبدالعزیزؒ افکار اور خدمات	مولانا سید محمد میاںؒ
آزاد قومی پالیسی کا خاکہ	مولانا سید محمد میاںؒ
دین وحدت	مولانا سید سلیمان ندویؒ
جہاد کیا ہے؟	مولانا سید سلیمان ندویؒ
دین اور حکومت	مولانا سید سلیمان ندویؒ

پوسٹ بکس نمبر 938 پوسٹ آفس گلگشت ملتان